بریلوی دور حاضر میں
اہل سنت کا علامتی نشان

از

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب
سابق سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن (انگلستان)

مع

ہمیں بریلوی کہلانے پر فخر ہے

از

وحید الزمان حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی
صدر المدرسین، جامعہ حبیبیہ، الہ آباد

ناشر: جامعہ حبیبیہ ۱۴۰ / اترسئیا، الہ آباد

۱۴۳۱ھ

کلمات مبارکہ

حضورِ مجاہد ملت علامہ الحاج شاہ **محمد حبیب الرحمٰن** صاحب رضی اللہ عنہ

بانی وسابق ناظمِ اعلیٰ جامعہ حبیبیہ الہ آباد

برادرانِ اسلام سے گذارش: محترم حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بہت سے مدارسِ اہلسنت فقیر سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں، بلکہ بالعموم مدارس اہلسنت سے فقیر کا دلی تعلق رہتا ہے، لیکن جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد کو فقیر کی زندگی کے اہم حصے سے خصوصی تعلق ہے۔ اس کے صدقے میں فقیر غفرلہ القدیر کو وہ خصوصی معنوی دولت نصیب ہوئی جس کا فقیر اہل نہیں تھا۔ اس وجہ سے اس سے اور زیادہ قلبی تعلق ہے جو حضرات دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی امداد فرماتے ہیں فقیر ان کا ممنون ہے۔ باری تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں بطفیل غوثنا الجیلانی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ دارین میں خوش وخرم رکھے اور اپنی رضا سے نوازے۔ اس دعا کے سوا فقیر اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

جزاك الله فی الدارین خیراً

حماك الله عن شر النوائب

فقط وہو القادر الموفق المعین

[دستخط]

خادم منصب نظامت جامعہ حبیبیہ الہ آباد ۵ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

عرض ناشر

حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن الہاشمی العباسی القادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے خلفاء لاہور حضرت شیخ طریقت محمد عارف صاحب ضیائی، حبیبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں محمد فیاض قادری حبیبی، حضرت میاں محمد افضال قادری، حبیبی وغیرہم نے لاہور میں مکتبہ حبیبیہ نام کا ایک مکتبہ قائم کیا تھا جسے ان حضرات نے حضور مجاہد ملت ہی کی طرف منسوب کیا تھا۔ اسی مکتبہ نے ۱۳۹۶ھ میں مقالہ ''بریلوی دورِ حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان'' کو پیش لفظ کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اب یہ تقریباً نایاب ہو چکا ہے جبکہ حالات کا یہ تقاضا ہے کہ اُسے اسی پیش لفظ کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جائے۔ اس لئے حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کے قائم کردہ اہم تعلیمی ادارہ جامعہ حبیبیہ الہ آباد نے اس مقالہ کو دوبارہ شائع کرنے کا قصد کیا۔ اتحاد مقاصد کے پیش نظر مقالہ ''ہمیں بریلوی کہلانے پر فخر ہے'' کو بھی اسی کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ انجمن جامعہ حبیبیہ کے آڈیٹر جناب مولانا قاری حافظ محمد شمیم اختر صاحب حبیبی نے بارِ اشاعت کو برداشت کرنے کی ذمہ داری قبول کرلی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ آمین

غلام جیلانی نوری

مدرس جامعہ حبیبیہ، الہ آباد

۲۰ رذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

تمہید

اس دور میں سنیت کا دعویٰ کرنے والوں کے مختلف گروہ ہیں۔ وہابی دیوبندی اپنے کوسنی کہتا ہے، وہابی مودودی اپنے کوسنی کہتا ہے، وہابی غیر مقلد اپنے کوسنی کہتا ہے، وہابی ندوی اپنے کوسنی کہتا ہے، وہابی تبلیغی اپنے کوسنی کہتا ہے اور نہیں معلوم کون کون لوگ اپنے کوسنی کہتے ہیں۔ اہل تشیع کے مقابلے میں اپنے کو اہل سنت کہنے سے امتیاز حاصل ہو جاتا ہے لیکن اپنے کو اہل سنت کہنے والے ان بد عقیدہ وہابی گروہوں میں سے کسی کے مقابلے میں سنی کہنے سے امتیاز نہیں حاصل ہوتا ہے۔ ''بریلوی'' لفظ کے استعمال سے ایسے مواقع پر امتیاز مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

خبیث احسان الٰہی ظہیر نے اپنی تصنیف ''البریلویۃ'' میں ''بریلوی'' کو ایسی صورت میں پیش کیا ہے جسے ملاحظہ کر کے ممالک عربیہ کے لوگ ''بریلوی'' لوگوں کے بارے میں بہت ہی غلط تصور رکھتے ہیں۔ انھیں جب کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ''بریلوی'' ہے تب ان کے سامنے وہی صورت آجاتی ہے جسے احسان الٰہی ظہیر نے اپنی خبیث کتاب میں پیش کیا ہے۔ ہو سکتا ہے اسی لئے کچھ لوگ اپنے کو ''بریلوی'' کہنے سے گھبراتے ہوں۔

لوگوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ''بریلویت'' کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ وہ سنیت ہے جس کی تعلیم حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام

مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام ابو منصور ماتریدی، اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دی۔ یہ وہ سنیت ہے جو علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی، شیخ محمد بخیت مطیعی حنفی، امام تقی الدین سبکی شافعی، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی، علامہ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی، شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی شافعی، شیخ حسن عدوی مالکی، شیخ محمد حسنین مخلوف مالکی، شیخ حسن شطی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تصنیفات سے نیز شیخ محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہٗ کی دلائل الخیرات اور شیخ محمد بن سعید بوصیری قدس سرہٗ کے نعتیہ قصائد سے ظاہر ہے۔ بعض اکابر حضرت شیخ طریقت مولانا ضیاء الدین صاحب رضوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ علامہ محمد العربی المغربی التبانی، علامہ سید علوی بن عباس حسنی مکی مالکی، شیخ یحیٰی امان، شیخ نور سیف اور شیخ امین الکتبی اسی معنیٰ میں سنی ہیں۔

''بریلوی'' کہلانے کو پسند کرنے والے حضرات کے اندازِ فکر بھی الگ الگ ہیں۔ آپ کے سامنے ''بریلوی دورِ حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان'' اور ''ہمیں بریلوی کہلانے پر فخر ہے'' نام کے دو مقالے پیش کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

محمد ابوبکر

مدرس جامعہ حبیبیہ، الہ آباد

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ مقدس ہدایت یافتہ ونجات یابندہ جماعت حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ما انا علیہ واصحابی'' سے جس کی پہچان کرائی اور ید اللہ علی الجماعۃ فرما کر جس کا تعارف کرایا...... اسی جماعت کو...... ہند وپاک کے ایک بڑے حصے میں ''بریلوی'' کہا جانا مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت اور ان کی رفعت شان کے اس گوشے کو نمایاں کرتا ہے جو مجددین سابقین کی صف میں آپ کی ذات کو منفرد وممتاز کر دیتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ لفظ بریلویت کو غیر شعوری طور پر سہی سنیت کے ہم معنی ایک وسیع مفہوم میں استعمال کے آغاز کا سہرا خود ان ہی منکرین عظمت نبوت کے سر ہے جنہوں نے تقدیس رسالت کی نفی ہی کو توحید الٰہی سمجھ رکھا ہے۔ اب کوئی اشاعرہ سے ہو یا ماتریدیہ سے، حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی اگر وہ صحیح طور پر مسلک اہل سنت وجماعت پر ہے تو مذکورۃ الصدر مروجہ اصطلاح کی روشنی میں ''بریلوی'' ہے۔ اب بریلوی ہونے کے لئے

فاضل بریلوی کی ذات گرامی تک کسی کا سلسلہ علمی یا سلسلہ نسبی یا سلسلہ بیعت وارادت کا پہونچنا یا شہرِ بریلی شریف میں مقیم رہنا ضروری نہیں رہ گیا۔ اسی لئے تو ایسوں کو بھی بریلوی کہا جاتا ہے جس نے عمر بھر بریلوی شریف کو خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ نیز.... جس کا علمی یا نسبی یا کسی دوسری طرح کا کوئی سلسلہ فاضل بریلوی تک نہیں پہونچتا بلکہ جہاں فاضلِ بریلوی کی آواز تک نہیں پہونچی، اس اصطلاح نے ''بریلویت'' کو وہاں تک پہونچا دیا۔ اب اس دنیا کا ہر وہ فرد بریلوی ہے جو مسلک اہلسنت پر واقعی طور پر گامزن ہے۔ غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ از اول تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی۔ وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی ''سبیل مومنین صالحین'' سے ہٹے۔ اب اگر ایسے کے ارشادات حقانیہ اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انھیں حق سمجھنے والوں اور دلائل وبراہین کی روشنی میں انھیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو ''بریلوی'' کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت اور سنیت

کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا ؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی نہیں تسلیم کر لیا گیا؟

المختصر

ہمارے ''امام احمد رضا فاضل بریلوی'' کی عظمتِ شان اور بارگاہ خدا اور رسول میں ان کی مقبولیت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی ذاتِ گرامی تو بڑی چیز ان کے شہر کی طرف نسبت منسوب کے اہل ایمان اور عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔ اب میں الحمد للہ مسلکاً حنفی نسباً جیلانی، مشرباً اشرفی اور وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے کو بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

اب آپ علامہ ارشد القادری صاحب کی تحریر دل پذیر سے مستفید و مستفیض ہوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہٗ

مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً

بریلوی دورِ حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان

آج کے دورِ فتن میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا منصب تجدید وارشاد اتنا واضح ہو چکا ہے کہ محتاج بحث و استدلال نہیں رہا۔ غیر جانبداری اور انصاف و دیانت کے ساتھ اسلاف کے مذہب و مسلک کا مطالعہ کرنے والا یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسلام کے ماضی وحال کے درمیان ایک عظیم رابطہ کی حیثیت سے اپنے وقت میں جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد قوت علم ویقین اور لگا تار قلمی جہاد کے ذریعے انھوں نے ملحدانہ قوتوں کی ان ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا جو ہمارے فکر و اعتقاد اور کردار و عمل کا حصہ ہمارے مقدس ماضی سے منقطع کرنا چاہتے تھے۔

دراصل یہی ہے وہ منصب تجدید وارشاد جس پر وقت کا ایک مجدد فائز ہوتا ہے۔ وہ کسی نئے مذہبِ فکر کی بنیاد نہیں ڈالتا بلکہ اسی مذہب اسلام کو نئی توانائیوں اور صحیح تعبیر کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو نقطۂ آغاز سے لے کر ماضی کے بے شمار اشخاص و رجال کے ذریعہ اس تک پہونچا ہے۔ اس کی ساری جدو جہد اس نقطہ پر مرکوز رہتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ فکر و اعتقاد کے

زاویے کا وہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے جس نے ماضی کے ہر دور میں کروڑوں افرادِ انسانی کو اسلام کے ساتھ مربوط رکھا ہے۔ مسلم معاشرہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے جس پر اسلام کے مقدس ماضی کی چھاپ لگی ہوتی ہے وہ لوگوں سے جنگ کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ہم ایک عظیم اور مقدس ماضی کے وارث ہیں اس لئے ماضی کے بزرگوں سے جو کچھ ہمیں ملا ہے کل کا کل قبول کرنا ہوگا۔ کچھ لینے اور کچھ چھوڑنے کی اگر اجازت دے دی گئی تو ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ کچھ چھوڑنے والے بھی کچھ چھوڑ دیں۔ اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں۔ یوں ہی کسی چھوٹی چیز کو اس پیمانے سے مت دیکھو کہ وہ چھوٹی ہے بلکہ اس زاویہ نگاہ سے دیکھو کہ وہ ماضی کے مقدس بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے۔ جو آج ماضی کی چھوٹی چیز کو ٹھکرا سکتا ہے وہ کل ماضی کی بڑی چیز کو بھی ٹھکرا دیگا۔ کیونکہ ماضی سے مربوط رہنے کا ذریعہ وہ حسن اعتماد ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ قائم ہے۔ اور جب وہی مجروح ہوگیا تو آئندہ مسلمان رہنے کی ضمانت کیا ہے۔ قرآن کی زبان میں اسلام اس صراط مستقیم کا نام ہے جو صدیقین و صالحین کے قدموں کے نشانات سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں راہوں کے درمیان اسے ممیز کرنے کا اور کوئی محسوس ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ پس جسے اس گزر جانے

والے قافلے کے نقوش قدم کی پیروی سے انکار ہے اس کے حق میں دو باتیں ہی کہی جا سکتی ہیں یا تو وہ اپنے تئیں اس منزل کا مسافر ہی نہیں ہے یا پھر گمشدگی اس کی تقدیر کا نوشتہ ہے۔

آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کوئی بھی تصنیف اٹھا لیجئے ۔ایک روایتی مجدد کا یہ اندازِ فکر آپ کو پوری کتاب میں پھیلا ہوا نظر آئے گا۔ کسی بھی مسئلے پر اعلیٰ حضرت کا قلم جب اٹھتا ہے تو بالالتزام بحث و استدلال کی ترتیب یہ ہوتی ہے، سب سے پہلے آیاتِ قرآنی پھر احادیث کریمہ پھر آثارِ صحابہ پھر ارشادات تابعین و تبع تابعین پھر اقوال ائمہ مجتہدین پھر تصریحاتِ مشاہیر امت۔ تحریر و بیان کا یہ اسلوب اس نقطۂ نظر کو پوری طرح واضح کرتا ہے کہ کسی بھی مسئلہ کو شارع کا منشا معلوم کرنے کے لئے ماضی کے ہر مستند طبقے کے ساتھ منسلک رہنا نہایت ضروری ہے۔ اعتماد و وابستگی کا یہ سلسلۃ الذہب کہیں سے بھی ٹوٹ گیا تو ایمان و یقین کی سلامتی کو کبھی بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔

واقعات و حالات کی روشنی میں اگر آپ مذہبی امور میں آزادئ رائے کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اپنے وقت کے مجدد کا یہ اندیشہ غلط نہیں تھا کہ چھوٹی چیز چھوڑنے والے ایک دن بڑی چیز کو بھی چھوڑ دیں گے۔ اور سوادِ اعظم کی پیروی سے انکار

کرنے والے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انکار کر دیں گے۔ چنانچہ تجربات شاہد ہیں کہ رسم کہہ کر جن لوگوں نے ماضی کے بزرگوں کی روایات سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کی انھیں کچھ مدت کے بعد اپنے ہی درمیان ایک ایسے طبقے کا سامنا کرنا پڑا جس نے یہ کہتے ہوئے ائمۂ مجتہدین کی تقلید کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیا کہ وہ بھی ہماری طرح ایک عام امتی ہیں۔ دین کے مسائل واحکام معلوم کرنے کے لئے ان کی مجتہدانہ صواب دید پر اعتماد کرنا ہمارے لئے کیا ضروری ہے۔ ہمیں بھی خدا نے فکر کی قوت بخشی ہے ہم براہ راست احادیث سے رابطہ قائم کریں گے، ہمارے لئے حدیث رسول کافی ہے۔ اقوال ائمہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ اقوال ائمہ اغلاط کا مجموعہ ہیں۔

لیکن ابھی چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ اسی دعوت انحراف کے بطن سے تیسرے گروہ نے جنم لیا، اس نے بڑے طمطراق سے کہنا شروع کیا کہ دین دراصل خدا کا ہے۔ پیغمبر کی حیثیت تو صرف ایک قاصد کی ہے۔ دین کے متعلق خدا کی مکمل ہدایات قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن ہمارے لئے کافی ہے۔ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ احادیث اغلاط کا مجموعہ ہیں۔ مسلمانوں کے فکری زوال اور قومی انتشار کا سب سے بڑا ذریعہ یہ احادیث ہیں۔

بغاوت و الحاد کا یہ قیامت خیز فتنہ جب جوان ہو گیا اور سر پر
چڑھ کر آواز دینے لگا تو اب لوگ بدحواس ہو کر سینہ پیٹ رہے ہیں کہ
ہائے اسلام میں اتنا بڑا رخنہ ڈال دیا ان ظالموں نے! امت کا شیرازہ
جس رشتہ سے بندھا ہوا تھا اس کو توڑ دیا اب اس کی ضمانت کیا ہے کہ
حدیث کو چھوڑنے والے ایک دن قرآن کو نہیں چھوڑیں گے اور اس
کے بعد کہیں گے ہم مسلمان ہیں، ہمیں مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا
حق ملنا چاہیے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ پہونچنے والے یہاں تک
اچانک نہیں پہونچ گئے، انھیں الحاد و انکار کے متعدد مراحل سے گزرنا
پڑا۔ اس سے پہلے اعتماد و یقین کے کئی رشتے انھوں نے بتدریج
توڑے تب جا کر حدیث کے رشتے تک ان کا ہاتھ پہونچا۔

اس لئے مجھے کہنے دیا جائے کہ اسلام میں رخنہ کی بنیاد اس دن
پڑ گئی تھی جس دن دہلی کے ایک ناخدا ترس باغی نے "بزرگوں کی رسم"
کہہ کر ماضی کے متوارث روایات کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا تھا۔
اسلامی اقدار کے خلاف ایک نیا فتنہ عین اپنی ولادت کے وقت ہی
کچل دیا گیا ہوتا تو آج ہمیں یہ سیاہ دن کیوں دیکھنا پڑتا اور اس پر
مزید یہ ستم ہے کہ جو اسلام میں نئے فتنوں کا بانی تھا اسے آج بھی ملت
کا محسن سمجھا جاتا ہے اور جس نے اپنے خون جگر سے یقین اور ایمان
سبلوں کی بنیاد مستحکم کی اس کی خدمات کا کوئی اعتراف نہیں ہے۔

مسلم ہندوستان کی مذہبی تاریخ پر قلم اٹھانے والے جو اپنے آپ کو غیر جانبدار اور حقائق پسند کہتے ہیں اگر انھوں نے دیدہ و دانستہ احیائے ملت کی ایک عظیم تاریخ کے ساتھ بے اعتنائی برتی ہے تو یہ حقائق کے خلاف ایک کھلا ہوا تعصب ہے اور اگر انھوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر تاریخ کی ایک اہم کڑی چھوڑ دی تو سوا اس کے اور کیا کہا جائے گا کہ کچھ نہ لکھنا ایک گمراہ کن تاریخ لکھنے سے کہیں بہتر تھا۔

واقعات کے ساتھ انصاف کرنے والوں کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے منصب تجدید وارشاد کو سمجھنے کے لئے جہاں اس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے وہاں ان فکری اور اخلاقی محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے جو اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات اور ان کی تصنیفات کے پیچھے ہیں کیوں کہ فکر و اعتقاد کے جن مفاسد کی اصلاح کرنے کے لئے وہ اٹھے تھے وہ انفرادی نہیں تھے بلکہ ایک منظّم گروہ اور ایک مربوط مکتبہ فکر کی پشت پناہی میں وہ پھیل رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت کو اپنے وقت میں ''دیوبندی جماعت'' کے نام سے ایک ایسے الحاد پرور اور زمانہ ساز گروہ کا سامنا کرنا پڑا جو ایک طرف اپنے آپ کو حنفی بھی کہتا تھا اور دوسری طرف ابن تیمیہ سے لے کر ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی تک، ان سارے

ائمہ الحاد وفتن کے عقائد وافکار کا علمبردار بھی تھا جو سلف صالحین اور ائمہ اسلام کی بارگاہوں سے ٹھکرائے جا چکے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ ائمہ اسلام کے اس باغی طبقے کے ساتھ جسے ہم غیر مقلدین کے نام سے جانتے ہیں اعتقادی اور فکری رابطہ بھی قائم ہو گیا تھا اور دونوں گروہوں کے درمیان مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان جسے ابن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کا دوسرا ایڈیشن کہنا چاہیئے۔ بزرگان اسلام کے خلاف بغاوت کے لئے قدر مشترک کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ اور دونوں گروہ اس کتاب کے گمراہ کن اور ایمان سوز مضامین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا مقدس ترین فریضہ سمجھتے تھے اور آج تک سمجھ رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے ساتھ ان نام نہاد حنفی مقلدین کے گٹھ جوڑ نے نہ صرف یہ کہ حنفی مذہب کو نقصان پہونچایا اور غیر مقلدین کے لئے مسلم معاشرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار کیا بلکہ دونوں گروہوں کی مشترک جدوجہد سے زندگی کے بیشتر مسائل میں ائمہ اسلام اور سلف صالحین کے ساتھ عامہ مسلمین کے فکری رابطے کا اعتماد بھی مجروح ہونے لگا۔

اس طرح کے پیچیدہ اور سنگین ماحول میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اصلاح وارشاد کا کام شروع کیا۔ آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کی علمی ودینی تاریخ میں

یہ محاورہ حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا ہے۔ بلا شبہ انھوں نے آندھیوں کی زد پر چراغ جلایا۔ قلم کی تلوار ہاتھ میں لے کر تنہا اٹھے اور عرب سے عجم تک مذہب اہل سنت کی حقانیت وصداقت کا سکہ بیٹھا دیا۔ مومنین کے قلوب میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر اور سلف صالحین کی محبت وعقیدت اور شریعت طیبہ طاہرہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح جگایا کہ اہل ایمان کی زندگی کا نقشہ بدل گیا۔

ویسے ہندوستان میں اس وقت اس گروہ کے علاوہ بھی بہت سے فرقہائے باطلہ تھے جن سے مسلمانوں کی مذہبی سلامتی کو نقصان پہونچا اور اعلیٰ حضرت نے ان کے فتنوں سے بھی ملت کی تطہیر فرمائی لیکن خصوصیت کے ساتھ فتنۂ وہابیت کے استیصال میں ان کے مجاہدانہ اقدامات نے امت کو ایک عظیم ابتلا سے بچالیا۔ فتنۂ وہابیت کے استیصال کی طرف اعلیٰ حضرت کی خصوصی توجہ کا باعث یہ ہوا کہ اس فتنہ کے علم بردار اپنے آپ کو حنفی کہہ کر حنفی مسلمانوں میں بار پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور حنفی مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جو خیالات وہ ان کے سامنے پیش کر رہے تھے وہ عین حنفی مذہب کے مطابق ہیں۔ حالانکہ حنفی مذہب سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت نے شدت کے ساتھ یہ خطرہ

محسوس فرمایا کہ اگر واضح اور مدلل بیان کے ساتھ اس فریب کا پردہ چاک نہ کیا گیا تو پاک وہند کے احناف بخت گمراہی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے ایک ایک اختلافی مسئلہ پر قرآن و حدیث، اقوال ائمہ اور حنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل وشواہد کا انبار لگا کر حنفیت اور وہابیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم کر دیا۔

فکر واعتقاد اور کردار وعمل کی مختلف سمتوں میں اعلیٰ حضرت کی مجددانہ اصلاحات اور ان کی علمی خدمات کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا شعبہ

سنی حنفی مسلمانوں کے وہ عقائد وروایات جنہیں دیو بندی حضرات شرک وحرام کہتے تھے، اعلیٰ حضرت نے قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور اسلاف کی کتابوں سے روشن بیانات اور رواضح دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ وہ امور شرک اور حرام نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا عین مقتضا اور ائمہ کرام اور سلف صالحین کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہیں۔ اور یہ امور کچھ آج کے ایجاد کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام کے ماضی سے ہمیں ورثہ میں ملے ہیں۔ لہذا جو ان امور کو شرک یا حرام کہتا ہے اس کا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ ان اسلاف کرام پر ہے جن کے ساتھ وابستگی ہماری دینی سلامتی کی ضمانت ہے۔ اس شعبہ کے ضمن میں مندرجہ ذیل

مباحث بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) تقبیل ابہامین (۲) ندائے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (۳) عقیدۂ شفاعت (۴) توسل (۵) عقیدۂ علم غیب (۶) عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۷) میلاد وقیام (۸) عرس وفاتحہ (۹) نذر (۱۰) تذکرۂ شہادت کربلا (۱۱) محافل گیارہویں (۱۲) تثویب (۱۳) استعانت بالانبیاء والاولیاء (۱۴) بناء قباب برمزارات (۱۵) سفر برائے زیارت قبور انبیاء واولیاء وغیرہا

اہل سنت کی یہ وہ مذہبی اور اعتقادی روایات تھیں جن پر دیوبندی گروہ کے علماء حملہ آور تھے اور اعلیٰ حضرت نے اہل سنت کی طرف سے ان دفاع فرمایا۔ یہ روایات صدیوں سے امت مسلمہ کے اندر تمام مشرق ومغرب اور عرب وعجم میں رائج تھیں۔ کچھ اعلیٰ حضرت کی ایجاد کردہ نہیں تھیں اور آج بھی مسلم معاشرہ کی عظیم اکثریت کا تمام اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں میں ان روایات پر عمل درآمد ہے۔ اس لئے کہنے دیجئے کہ اعلیٰ حضرت دنیائے اسلام کے عظیم محسن ہیں جنہوں نے ان روحانی اور مذہبی نقوش کو مٹنے سے بچایا جو عالم اسلام کے اپنے قابلِ تقلید اسلاف سے ورثہ میں ملے تھے۔

دوسرا شعبہ

دیوبندی فرقے کے وہ مخصوص عقائد جنہیں وہ تقریر وتحریر کے

ذریعہ مسلم معاشرہ میں پھیلا رہے تھے اور آج بھی ان کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور از راہ فریب سادہ لوح عوام سے کہتے تھے کہ یہی وہ اسلامی عقائد ہیں جو قرآن و حدیث سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو ان ہی عقائد پر چلنا چاہیئے۔

اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کو عقیدے کے فساد سے بچانے کے لئے جس پامردی اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنی مہم کا آغاز کیا وہ ایک مجدد ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ وقت کی ساری باطل قوتوں کو اپنا حریف بنالینے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی آواز کا وزن ساری دنیا نے محسوس کیا۔ اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث، فقہ حنفی اور سلف صالحین کی بوجھل شہادتوں سے ان مصنوعی عقائد کی دھجیاں اڑادیں اور ہر کہہ و مہہ پر آفتاب نیم روز کی طرح واضح کر دیا کہ یہ عقائد سر تا سر باطل اور ایمان و اسلام کے لئے مہلک ہیں۔ مسلمانوں کو ان فاسد عقائد سے سخت اجتناب کرنا چاہیے اور کھلے بندوں ان کی مذمت کرنی چاہیئے تاکہ معاشرہ میں انھیں اعتماد کی جگہ نہ مل سکے۔

اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل دیوبندی عقائد بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)

(۲) صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے۔ (تصفیۃ العقائد)

(٣) کذب کو شانِ نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے۔ (تصفیۃ العقائد)

(۴) انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے۔

(۵) نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا گناہ ہے۔ اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

(٦) نماز میں حضور کا خیال لانے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (صراط مستقیم) خدا کے لئے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ، یکروزی وغیرہ)، خدا کو زمان، ومکان اور جہت سے پاک ومنزہ سمجھنا گمراہی ہے۔ (ایضاح الحق)

(۷) جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (منصب امامت)

(۸) صحابۂ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۹) محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۰) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۱) رسول بخش، نبی بخش، پیر بخش، عبد النبی، عبد المصطفیٰ، غلام معین الدین، غلام محی الدین نام رکھنا یا اسے پسند کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۲) یہ کہنا کہ خدا اور رسول چاہیں گے تو فلاں کام ہوگا شرک ہے۔

(۱۳) رحمۃ للعالمین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، امتی بھی رحمۃ للعالمین ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۴) بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۶) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۷) کسی نبی یا ولی کے مزار پر روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، پانی پلانا اور لوگوں کے لئے غسل و وضو کا انتظام کرنا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان وغیرہا)

انصاف اور دیانت کے ساتھ دیو بندی مکتبۂ فکر کے ان معتقدات پر غور فرمائیے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدہ توحید و تقدیس کو ٹھیس پہونچتی ہے اور کچھ وہ ہیں جو شانِ رسالت کو مجروح کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ اسلاف

کرام بھی زد میں آجاتے ہیں جنھوں نے مذکورہ بالا عقائد واعمال کی توثیق فرمائی ہے۔

اب ایک طرف ہمارے معتقدات وروایات پر یہ جارحانہ حملہ نظر میں رکھئے اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ دفاعی کردار ملاحظہ فرمایئے کہ انھوں نے ایک پر جوش وکیل اور ایک پر خلوص محافظ کی طرح امت کے سر سے کفر وشرک کے الزامات کا دفاع کیا ہے۔اور نہایت اخلاص ودیانت کے ساتھ قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور سلف صالحین کے اقوال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امت کے جن عقائد واعمال کو اہل دیوبند کفر وشرک کہتے ہیں وہ ایمان واسلام کے بہترین مظاہر ہیں۔

اب جمہور اسلام کے افراد ہی اس کا فیصلہ کریں کہ اعلیٰ حضرت کا یہ عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے۔آپ نے ان گراں قدر خدمات کے ذریعہ امت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انھیں ٹوٹنے سے بچالیا ہے۔عین شورش اور طوفان کی زد پر اعلیٰ حضرت نے جن عقائد واعمال کی حمایت کی اور جن روحانی احساسات کو مٹنے سے بچایا ہے اگر آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے تو یہ فیصلہ جمہور ہی کو کرنا ہوگا کہ اپنے ایک جاں نثار وکیل اور ایک بے غرض محسن کو جذبۂ محبت کے ساتھ یاد کیا جائے یا دشمن کے ناپاک

پروپیگنڈوں کا شکار ہو کر احسان فراموشوں کا رویہ اختیار کر لیا جائے۔ ان سوالوں کے جواب کے لئے میں آپ سے آپ ہی کے ضمیر کا انصاف چاہتا ہوں۔

تیسرا شعبہ

اکابر دیوبند کی بعض وہ عبارتیں جن میں انھوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں صریح گستاخیاں کی تھیں اور ضروریاتِ دین کا انکار کر کے دین سے خود اپنا رشتہ منقطع کر لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے ان توہین انگیز عبارتوں پر ان کا مواخذہ فرمایا اور ان سے رجوع وتوبہ کا مطالبہ کیا۔ آگے چل کر اس مطالبہ میں ساداتِ حرمین طیبین اور بلاد عرب کے مشاہیر علماء ومشائخ بھی شریک ہو گئے اور اس طرح یہ کل عالم اسلام کا مطالبہ بن گیا۔

لیکن حق کے آگے جھکنے میں ان حضرات نے عار محسوس کیا اور نمائش دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ نہ ان اہانت آمیز عبارتوں کو اپنی کتابوں سے حذف کیا اور نہ ان سے رجوع فرمایا۔ بلکہ آج تک وہ ان اہانت آمیز عبارتوں کی اشاعت کر کے اہلِ اسلام کے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں

اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل عبارتیں بطور مثال پیش کی

جا سکتی ہیں۔

(۱) دیو بندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دے کر شانِ رسالت میں صریح توہین کا ارتکاب کیا۔

(۲) ''براہین قاطعہ'' مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ومصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی میں ایک توہین آمیز عبارت لکھی گئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا گیا کہ شیطان و ملک الموت کے علم کی وسعت نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے۔ حضور پاک کی وسعت علمی پر کوئی دلیل نہیں۔ پس شیطان کے مقابلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔

(۳) بانی دار العلوم دیو بند مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں اس امر کی صراحت فرمائی کہ آیت قرآنی میں لفظ ''خاتم النبیین'' سے حضور علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا یہ عوام کالانعام کا شیوہ ہے۔ امت کے قابل اعتماد طبقے کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسری جگہ لکھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد بالفرض کوئی نیا نبی پیدا ہو جب بھی حضور کی

خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(۴) دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے عین حالت بیداری میں بہ سلامتی ہوش وحواس انھیں نبی کہہ کران پر بایں الفاظ درود بھیجا اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا اشرف علی اور ایسا کئی بار کیا اور عذر لنگ یہ تراشا کہ مجبور ہوں بے اختیار ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اور واقعہ کی یہ تفصیل اپنے پیر تھانوی صاحب کو لکھ بھیجی۔ بجائے اس کے کہ پیر صاحب اسے تنبیہ کرتے، اسے توبہ کراتے، اس کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے تسلی دی۔ (رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

ان عبارتوں پر شرعی مواخذات کی تفصیل

(۱) حفظ الایمان کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے یہ مواخذہ فرمایا کہ اس میں ایسا کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ امر مابین عقلاء واہل لسان مسلم ہے کہ رذائل کے ساتھ تشبیہ میں توہین کے معنیٰ پیدا ہوتے ہیں لہٰذا اس عبارت میں علم نبوت کی صریح توہین ہے اور توہین شانِ نبوت چونکہ کفر ہے اس لئے قائل کو توبۂ صحیحہ شرعیہ اور تجدید اسلام کرنا چاہیے۔

(۲) براہین قاطعہ کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے تین الزامات

قائم فرمائے۔ پہلا الزام تو یہ ہے کہ اس میں شیطان اور ملک الموت کے مقابلے میں حضور کے علم پاک کی تنقیص کی گئی ہے اور نبی کے علم کی تنقیص ازروئے کتاب وسنت وباتفاق مشاہیر اسلام کفر ہے۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ اس عبارت میں شیطان وملک الموت کی وسعت علمی کو نص (قرآن وحدیث) سے ثابت مانا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کے لئے دلیل کا کلیتہً انکار کردیا گیا ہے جو خلاف واقع ہونے کے علاوہ شیطان وملک الموت کے مقابلے میں نبی کی تنقیص کا موجب بھی ہے۔

تیسرا الزام یہ قائم فرمایا کہ اس عبارت میں نبی کی وسعت علم کے اعتقاد کو شرک قرار دیا گیا لیکن شیطان وملک الموت کے حق میں یہی وسعت علم کا اعتقاد عین اسلام بن گیا۔ اب حقیقت کا فیصلہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہا جائے کہ کتاب کے مصنفین نے شرک کا حکم غلط لگایا ہے اور اگر صحیح لگایا ہے تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ لوگ شیطان وملک الموت کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔

(۳) تحذیر الناس کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہے کہ اس میں لفظ خاتم النبیین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھا گیا ہے اور عوام کا خیال بتایا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ حقیقت امر اور قرآن وحدیث کے مفاد کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری

نبی نہیں ہیں کیونکہ مصنف کے نزدیک حقیقت امر اور قرآن وحدیث کے رو سے بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار اسلام میں صریح کفر ہے۔ اور دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس بات کو ہم پہلی بات کا لازمی نتیجہ کہہ سکتے ہیں یعنی جب قائل کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ بغیر کسی قباحت شرعی کے حضور کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے۔ کیونکہ مانع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''آخری'' ہونا تھا اور جب اسی کا انکار کر دیا گیا تو مانع کہاں رہا؟ لہٰذا جس نئے نبی کو بالفرض کی صورت میں تسلیم کیا گیا تھا جب وہ ''مفروضہ نبی'' غلام احمد کی صورت میں واقع ہو گیا تو اب عقیدۂ ختم نبوت کی بنیاد پر اہل دیوبند اس کا کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔

(۴) الامداد کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اور کفر کی حوصلہ افزائی اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی کفر ہے۔ لہٰذا قائل بالکفر اور راضی بالکفر دونوں ایک ہی الزام کی زد میں ہیں۔ باقی رہ گیا ''زبان کے بے قابو ہونے کا عذر'' تو کفر اور ناروا

کلمات منہ سے نکالنے کے لئے شریعت اس طرح کا عذر لنگ ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔

اختصار کے ساتھ مذکورہ بالا عبارتوں پر اعلیٰ حضرت کے شرعی الزامات کی جو میں نے تشریح کی ہے اس کی روشنی میں اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت نے ان لوگوں سے توبہ و رجوع کا جو مطالبہ فرمایا تھا وہ معقول بنیاد پر مبنی تھا یا بے بنیاد تھا۔

چوتھا شعبہ

اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا چوتھا شعبہ وہ مذہبی اور اخلاقی اصلاحات ہیں جو مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور برائیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت نے انجام دئے اور ان میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل پر اعلیٰ حضرت کی وہ بلند پایہ تحقیقات اور فکری نوادرات ہیں جنہیں دیکھ کر علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرتوں اور علمی عظمتوں کا لوہا مان لیا۔

معاملات اور عبادات میں اعلیٰ حضرت نے جن اغلاط و مفاسد کی اصلاح فرمائی وہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے اعلیٰ حضرت کے فتاوے میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔ اگر انھیں منتخب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کے وہ مباحث جو محافل میلاد، اعراس، زیارت قبور، مراسم محرم اور خوشی

وغمی وغیرہ میں غلط رسم ورواج اور غیر اسلامی امور کی اصلاحات پر مشتمل ہیں۔ وہ ان لوگوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ ہیں جو اعلیٰ حضرت کو بدعت نواز کہتے ہیں۔

اس مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے اپنے عنوان کے متعلق دو لفظ کہنا چاہتا ہوں ۔ یہ بات اب محتاج بحث نہیں ہے کہ پاک وہند میں اپنے آپ کو حنفی کہنے والے دو بڑے مکاتیب فکر میں منقسم ہو گئے ہیں ۔ بریلوی مکتبۂ فکر اور دیو بندی مکتبۂ فکر۔ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبِ فکر کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل دیو بند کے مقابلے میں جن عقائد واعمال کی حمایت کی ہے اگر وہی اہل سنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ بریلوی مکتبۂ فکر ہی مذہب اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے۔

پس دعا کیجئے کہ مولائے غافر و کریم اس امام اہل سنت کے مرقد پر صبح وشام اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جس کا نام احمد رضا ہے اور جس نے اپنے ناموس کو خطرے میں ڈال کر اپنے آقا کے ناموس کا تحفظ کیا اور پھر جس نے اپنے محبوب کی خوشنودی کے آگے کسی کی خوشنودی کی پرواہ نہیں کی ۔ اپنے سلطان کا ایک مستغنی گدا جس نے ارباب سریر وکلاہ کی طرف کبھی نگاہ نہیں اٹھائی ۔ حق کا ایک بے لوث علم

بردار جسے زمانہ کسی قیمت پر خرید نہیں سکا۔

وصلی اللہ علی النبی المختار و آلہ الاطہار و حزبہ الابرار

ہمیں "بریلوی" کہلانے پر فخر ہے

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

خدا جھوٹ کیوں نہیں بول سکتا ہے جبکہ ہر مقدور العبد مقدور اللہ ہے، جبکہ قرآن حکیم میں ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر وارد ہے، جبکہ اشعریہ خلف وعید کے جواز کی طرف گئے ہیں؟ اب ان کا جواب تلاش کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ بندہ کذب الٰہی پر قدرت ہی نہیں رکھتا ہے، قرآن حکیم میں آئے ہوئے لفظ شئے کے معنی ہر مقام پہ یکساں نہیں ہیں، مفردات علامہ راغب اصفہانی کی طرح الفاظ قرآن کے معانی کے بیان میں تصنیف کی ہوئی کتابوں کی طرف رجوع ضروری ہے، اس مقام پر شئے سے مراد ممکنات ہیں، جواز بالذات امتناع بالغیر کے منافی نہیں ہے، اس طرح خلف وعید ممتنع بالغیر ہے کہ اس کے ممتنع بالغیر نہ ہونے کی صورت میں کذب باری لازم آئے گا جو نقص ہے اور ہر نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے، امام ابن ہمام کی مسایرہ، علامہ ابن ابی شریف کی شرح مسایرہ، محقق دوانی کی شرح عقائد عضدیہ وغیرہا کتب عقائد کی طرف رجوع ضروری ہے۔

جوابات کہیں سے گڑھ کر نہیں لائے گئے ہیں۔ اسفار اعلام میں ساری باتیں

موجود تھیں، لیکن ذہنوں کی توجہ مبذول نہ تھی۔ حضرت محقق مطلق فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ اور حضرت سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ ایسی ہستیوں کے بعد شرح وبسط کے ساتھ اس کارنامے کو انجام دیا حضرت مجدد ملت امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین علامہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے۔

خدا کو زمان، مکان، جہت وغیرہا سے منزہ ماننا کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ ایسا ماننا بدعات کے قبیل سے ہے اس لئے کہ قرآن حکیم میں ایسے کلمات وارد ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے لئے جہت وغیرہ ثابت ہیں؟ یہ سوال کوئی سوالِ لاجواب نہیں ہے، بیشک قرآن حکیم میں متشابہات وارد ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، حضرات متاخرین نے ان کی تاویل صحیح کی ہے، اور حضرات متقدمین نے مایلیق بشانہٖ فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر "الرحمٰن علی العرش استویٰ" کے استواء سے حضرات متاخرین نے استیلاء کو مراد لیا ہے، لیکن حضرات متقدمین نے یہی فرمایا ہے کہ "معناہ غیر مجھول و الکیف غیر معقول الایمان بہ واجب و السوال عنہ بدعۃ۔" اس طرح باری تعالیٰ کو زمان ومکان وجہت سے منزہ ماننا بدعات کے قبیل سے نہیں ہے، ہاں، وہابیوں کا مذہب یہی ہے۔ ان کے امام شیخ نجدی نے اپنی چمر توحید کی کتاب کے "باب من جحد شیئا

من الاسماء والصفات'' میں اس قسم کی باتیں لکھی ہیں اور اس کے پوتے عبدالرحمٰن بن حسن نے اپنے دادا کی اس کتاب پر لکھے ہوئے اپنے حاشیہ ''قرۃ عیون الموحدین'' میں یہ لکھا ہے کہ قرآن میں آئے ہوئے کلمات کے انھیں معانی کو مراد لینا ضروری ہے جن پر الفاظ ظاہراً دلالت کرتے ہیں، جو ان پر ایمان نہ رکھے گا وہ مومن نہ رہے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن الہاشمی العباسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ ''سعودی عرب کے نجدی امام اور قاضی بالعموم آخری عمر میں اندھے ہو جاتے ہیں۔ ایک بار وہاں کے ایسے ہی ایک شخص سے ہندوستان کے سنی علماء میں سے ایک صاحب کی گفتگو ہوئی۔ وہ وہابی اسی پر اڑا ہوا تھا کہ قرآن کے تمام الفاظ کے معانی ظاہرہ کو مراد لینا ضروری ہے۔ وہ بھی نابینا ہو چکا تھا، ان سنی عالم صاحب نے پڑھ دیا ''ومن کان فی هٰذه اعمیٰ فهو فی الآخرہ اعمیٰ'' اسے سنتے ہی وہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا، لیکن اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا'' سوال مذکور کے جواب کو تلاش کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ تفسیر جلالین پر علامہ صاوی کے لکھے ہوئے حاشیہ میں بھی مذکور ہے کہ کتاب وسنت کے تمام الفاظ سے ان کے ظاہری معنی کو مراد لینا اصول کفر میں سے ہے، لیکن ان حقائق کی طرف ذہنوں کو متوجہ فرمایا حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

قدس سرہٗ نے۔

اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی تصنیف حفظ الایمان میں جو لکھا ہے اسے اہانت رسول پر محمول کرنا، اسے کفر کہنا اور اس کی وجہ سے تھانوی صاحب کو کافر کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس لئے کہ لفظ ''ایسا'' ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آیا کرتا ہے، اور اگر تشبیہ مان لی جائے تو یہاں مطلق بعض علم غیب میں تشبیہ ہے، یہاں کوئی لفظِ صریح نہیں ہے جس کا استعمال اہانت رسول ہو، پھر یہاں اس قدر تاویلات کی گئی ہیں، اور اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے؟ ایسے سوالوں سے حضرات اہل سنت نہیں بھاگ سکتے۔ یہاں وہ محل ہی نہیں ہے جہاں یہ کہا جا سکے کہ یہاں تشبیہ نہیں ہے، کسی مقام پر اہانت ہے یا نہیں ہے اس کا فیصلہ عرف کو سامنے رکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے، عرف سے ہٹ کر نہیں، لفظ صریح کے استعمال پر ہمیشہ وہی علم بیان میں آئے ہوئے مقابل کنایہ کو مراد نہیں لیا جاتا ہے، حضرات متکلمین کے یہاں صریح سے متعین مراد ہوتا ہے اگر چہ وہ مجاز متعارف کے قبیل سے ہو اور بیانیین کے نزدیک مقابل کنایہ نہ ہو، تاویلات کے قبول کرنے کے مقامات دوسرے ہوتے ہیں، مراد کے متعین ہونے کی صورت میں ہر قسم کی تاویل متعذر ہو جاتی ہے اور اسے نہیں قبول کیا جا سکتا، علامہ شہاب الدین خفاجی کی نسیم الریاض وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت

ہے، محققین نے فرمایا ہے ''التاویل فی لفظ صراح لایقبل'' اور مرتد اہل قبلہ میں سے نہیں رہ جاتا ہے۔ حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن الہاشمی العباسی القادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز فرماتے تھے ''ایک ایسا دیوبندی تھا جس سے جب یہ کہا جاتا تھا کہ آپ کے چہرے کو سارا حسن تو نہیں حاصل ہو سکتا، یہ محال ہے اور اگر آپ کے چہرے کو بعض حسن حاصل ہے تو اس میں آپ کے چہرے کی کیا خصوصیت ہے، ایسا حسن تو ہر کتے کے چہرے کو حاصل ہے، ہر سور کے چہرے کو حاصل ہے، اس میں آپ کی اہانت ہے یا نہیں، تو وہ وہابی یہ جواب دیتا تھا کہ اس میں میری کوئی اہانت نہیں ہے۔'' لیکن اسے عرف کا فیصلہ نہیں کہا جا سکتا کہ شرافت والی شئے کو رذالت والی شئے سے تشبیہ دینا عرف میں اہانت ہے۔ یہ باتیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں، لیکن ان کی طرف ذہنوں کو متوجہ کرنے والی ذات حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی ہے۔

خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی تصنیف کردہ اور رشید احمد صاحب گنگوہی کی تصدیق کردہ کتاب براہین قاطعہ میں کوئی صریح لفظ نہیں ہے جس کے معنی یہ ہوں کہ ملک الموت اور شیطان کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر ہے، ایسے میں براہین قاطعہ کی اس عبارت کو کفر کہنا اور اس کے مصنف و مصدق کو کافر کہنا کیسے درست ہو

سکتا ہے؟ یہاں بھی صریح سے مراد وہی متعین ہے نہ کہ علم بیان کا مقابل کنایہ اور عرف اس کا فیصلہ کردیتا ہے کہ واقعی یہاں اہانت رسول ہے۔ ہاں، توجہ مبذول کرائی ہے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے۔

کتاب ''تحذیرالناس'' کی عبارت سے اگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مصنف محمد قاسم صاحب نانوتوی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں تو اسے کفر کیسے کہا جا سکتا ہے اور نانوتوی صاحب کو کافر کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ ایسے سوال کا جواب دینے کے لئے کسی بات کو گڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد سے لے کر اس قسم کی بات کے گڑھنے والے تک اعیان امت مرحومہ نے خاتم النبیین سے آخری نبی ہی کو مراد لیا ہے۔ ان حضرات کے اذہان میں یہ بات کبھی پیدا نہ ہوئی کہ یہاں بعدیت ذاتیہ مراد ہے، نہ کہ بعدیت زمانیہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ضروریات دین میں سے ہے، وہابیہ دیوبندیہ کی بہت ہی بڑی ہستی خود انور شاہ صاحب کشمیری کی تصنیف ''اکفار الملحدین'' کی بعض عبارتیں اسی امر کی طرف مشیر ہیں۔ قادیانی لوگ بھی کہہ گذرے ہیں کہ چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی ہوکر مبعوث ہونا تھا اسی لئے قاسم نانوتوی صاحب نے اس سے پہلے ہی

"تحذیر الناس" کو تصنیف کیا، جس میں بعد زمان نبوی دوسرے نبی کے آنے کے امکان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی کوئی نئی نہ تھی، لیکن ذہنوں کو حقائق کی طرف پھیرا حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے۔

اشھد ان محمداً رسول اللہ کو سن کر انگوٹھوں کے چومنے میں فضیلت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے اور حدیث ضعیف باب فضائل میں اسی وقت معتبر ہو سکتی ہے جب شئے کا ثبوت حدیث صحیح سے ہو۔ اس کا جواب دینا کوئی پہاڑ نہیں ہے، اعلام اہل سنت کے ارشادات موجود ہیں کہ بابِ فضائل میں حدیث ضعیف مقبول ہے، ہاں، تقبیل ابہامین کی فضیلت کی طرف ذہنوں کو پھیرا حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے۔ حدیث صحیح سے جس فعل کا ثبوت ہو جائے گا اس فعل کی فضیلت بھی اسی حدیث سے ثابت ہو جائے گی، اس کے لئے کسی حدیث ضعیف کی مزید ضرورت ہرگز نہ پیش آئے گی۔ پھر اگر باب فضائل میں حدیث ضعیف کے مقبول ہونے کے لئے یہ قید ضروری ہوگی کہ پہلے فعل کا ثبوت حدیث صحیح سے ہو تو حدیث ضعیف کی کوئی قیمت ہی نہ رہ جائے گی اور وہ بے قیمت ہونے میں حدیث موضوع کی طرح ہو جائے گی۔ وہابی دیوبندی رشید احمد صاحب گنگوہی کے سامنے جب اس حدیث کو ضعیف کہا گیا تھا جس میں یہ مذکور ہے کہ "ورد احمر" حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے سے پیدا ہے تب انھوں نے بھی یہی کہا تھا کہ حدیث تو ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ''اذا صح الحدیث فھو مذہبی'' جب کہ ان کے مذہب کی بناء بیشمار احادیث ضعاف پر ہے؟ ایسے سوال کا جواب بھی کتابوں میں، خصوصی طور پر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے، فقہائے کرام عمل کے سلسلے میں جب حدیث صحیح کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے کچھ اور ہی مراد ہوتا ہے، اور حضرات محدثین جب حدیث صحیح کہتے ہیں تو اس سے کچھ اور ہی مراد لیتے ہیں، حدیث ''من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی باباً من الکبائر'' کو امام ابو عیسیٰ ترمذی نے جامع الترمذی میں روایت کیا، اس حدیث کے رواۃ میں حنش بھی ہیں، ترمذی نے سند حدیث اور متن حدیث کے ذکر کے بعد یہ بتایا ہے کہ یہ حنش ابو علی رجبی ہیں جو کہ علمائے حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا محدثین کی اصطلاح کی بناء پر ضعیف ہونا اس سے مانع نہیں ہو سکتا کہ حضرات فقہاء اس کے مطابق عمل کریں۔ کتابوں میں مذکور ہونے کے باوجود ان امور کی طرف لوگوں کے ذہن متوجہ نہ تھے۔ انھیں متوجہ کیا حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے۔

مذہب حنفی کے ائمہ کرام سے احکام منقول ہیں لیکن ان سب کی دلیلیں ان حضرات سے منقول نہیں ہیں، احکام کی دلیلوں کو امام برہان الشریعہ فرغانی مرغینانی ایسے حضرات نے ذکر فرمایا ہے، بالفرض اگر ان میں سے کوئی حدیث ضعیف ہو تو حضرات ائمہ کرام سے منقول احکام پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ اسی طرح بخاری، ترمذی، عراقی، ذہبی، عسقلانی وغیرہم میں سے کسی کے کسی حدیث کو ضعیف کہنے کا حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ سے منقول احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ امام بخاری کی ولادت سنہ ۱۹۴ھ میں ہوئی تھی اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سنہ ۱۵۰ھ میں جان کو جانِ آفریں کے سپرد فرما چکے تھے۔ یہ باتیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں، لیکن ان کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے۔

جن اعمال کا کوئی ذکر قرآن یا حدیث میں نہیں ہے ان کا کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جس عمل سے متعلق نہی وارد نہیں ہے وہ عفو ہے۔ اس کے کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہ کوئی پوشیدہ بات نہ تھی، لیکن توجہ دلائی اس کی طرف حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے۔ پھر جن اعمال میں حسن ہے قیامت تک ایسے تمام اعمال کو پیدا کرنے کی اجازت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمادی ہے، حدیث

"من دعی الی هدی" اور حدیث "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

اعراس مشائخ کو کس طرح جائز کہا جا سکتا ہے جبکہ ایسے مواقع پر منہیات کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ منہیات کے ارتکاب کا نام عرس نہیں ہے، عرس تو ایسے امور پر مشتمل ہے جو قربات ہیں، ایسے مواقع پر منہیات کا ارتکاب ہونے کی وجہ سے قربات کو نہیں ترک کیا جا سکتا، کتب فقہ میں مذکور ہے کہ منہیات کی وجہ سے قربات کو نہیں ترک کیا جائے گا جس طرح نوحہ کرنے والیوں کے ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ کو نہیں ترک کیا جائے گا۔ یہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ لیکن ان کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے۔

قبور اولیائے کرام پر چادر چڑھانے کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب بھی فقہائے کرام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ علامہ سید محمد امین عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں حضرت فقیہ ابن فقیہ حامل علم قدسی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تصنیف "کشف النور" سے نقل فرمایا ہے کہ جب عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی تبجیل مراد ہو قبر پر چادر چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن ایسے بے شمار امور کی طرف ذہنوں کو متوجہ

فرمایا حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے۔

بہت سے ایسے مسائل شرعیہ ہیں جن سے متعلق "اسفار اعلام" میں چند سطروں سے زیادہ کوئی نہیں پا سکتا لیکن جب امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے ان پر بحث فرمائی، بحرِ علم کی درافشانی سے علماء حیرت زدہ ہوکر رہ گئے اسی طرح کتنے نئے مسائل ہیں جن پر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی ایسی بلند پایہ تحقیقات ہیں جن پر مطلع ہونے کے بعد کوئی بھی حق پسند شخص "کانہٗ علم" کہنے پر مجبور ہو جائے گا۔ عطاء النبی، الاحلیٰ من السکر، کفل الفقیہ الفاہم، الفضل الموہبی وغیرہ رسالوں کو مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ضروریات دین میں سے کسی شئے کا انکار حضرات متکلمین کے نزدیک کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے، لیکن استخفاف دین پر دلالت کی وجہ سے بہت سے الفاظ اور افعال کے صدور پر فقہائے کرام نے تکفیر کی ہے جیسا کہ محقق حیث اطلق امام ابن ہمام کی مسایرہ سے ظاہر ہے۔ پھر فقہائے کرام اُمناء اللہ ہیں، وہ دین کے ساتھ کھیل نہیں کر سکتے۔ کہا گیا ہے کہ جب کسی مسئلے میں مختلف وجوہ ہوں جن میں سے کچھ موجب تکفیر ہوں اور کوئی وجہ اس سے مانع ہو تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی، لیکن جب موجب کفر کو مراد لینا صریح ہو اس وقت تاویل کوئی نفع نہیں دے سکتی جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ پھر

حضرات متکلمین کے یہاں صریح سے مراد متعین ہوا کرتا ہے اور وہ
حضرات اس کے پائے جانے پر کسی قسم کی تاویل کو نہیں قبول کر سکتے
اس لئے کہ ایسے موقع پر ہر تاویل متعذر ہو جاتی ہے۔ فقہائے کرام
بھی محض استخفاف دین کے احتمال پر تکفیر نہیں کرتے ہیں جب تک کہ
تبین نہ ہو، اور اگر تبین ہو لیکن تعین نہ ہو تو وہ حضرات تاویل قریب کو
قبول کر لیتے ہیں۔ عقائد و فقہ کی کتابوں میں یہ ساری باتیں مذکور ہیں
لیکن ان کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس
سرہٗ نے۔ پھر مرتدین سے ترک موالاۃ کا حکم کوئی نئی چیز نہیں ہے، لیکن
حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت علامہ
فضل رسول بدایونی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ایسی ہستیوں کو چھوڑ کر
دوسرے لوگ کفریات کا صدور دیکھتے رہے اور خاموش بیٹھے رہے، ان
سے ترک موالاۃ کا حکم نہ کیا۔ ان امور کی طرف جس ذات نے
ذہنوں کو متوجہ کیا وہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ
سرہ العزیز کی ذات ہے۔ انھوں نے بے شمار غیر اسلامی رسوم کا رد
فرمایا، اور بے شمار مذہبی و اخلاقی اصلاحات فرمائیں۔ جب کفریات
کلامیہ کے صدور کے باوجود لوگ خاموش رہے تو وہ محض کفریات فقہیہ
کے صدور پر کیا حکم کرتے، حالانکہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ کفر مختلف
فیہ کا مرتکب مامور ہے کہ توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔ ان

تمام امور کی طرف حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے توجہ دلائی۔

مسئلۂ توسل سے متعلق بھی وہابیہ کی جانب سے کہا جاتا رہا کہ ''وابتغوا الیہ الوسیلہ'' میں اعمال کا وسیلہ پکڑنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اعمال بھی غیر اللہ ہیں، پھر ہر شخص کا ہر عمل عند اللہ مقبول ہو اس کا کوئی یقین نہیں، جب عمل ایسے غیر اللہ کو اللہ کی جانب وسیلہ بنایا جا سکتا ہے جس کے مقبول ہونے کا یقین تک نہیں ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسی مقبول بارگاہ ایزدی ہستیوں کو وسیلہ بنانا کیوں نہ جائز ہوگا، لیکن ان امور کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے۔ وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ اگر شخص مستعان زندہ ہو، مستعین کے سامنے ہو اور استعانت امور عادیہ میں ہو، نہ کہ خوارق العادات میں، تو ایسی استعانت جائز ہے، ورنہ نہیں۔ یہ کتنی بڑی حماقت کی بات ہے؟ اگر مستعان زندہ ہو، مستعین کے سامنے ہو اور استعانت امور عادیہ میں ہو، لیکن مستعین مستعان کے اندر بغیر عطائے الٰہی بالذات اعانت واغاثت کی قوت کے ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو، تو کیا وہ مشرک نہ ہو جائے گا؟ اس سے ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے اس قسم کی استعانت ناجائز ہے، بلکہ کفر ہے،

لیکن ان باتوں کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ میلادنبوی شریف کی محفلوں کو اہل تشیع نے منعقد کرنا شروع کیا تھا۔ایسی باتوں کا جواب اسفار اعلام میں موجود ہے۔علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''المورد الروی'' میں علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے کہ ''انما حدثت بعدھا بالمقاصد الحسنة و النية التى للاخلاص شاملة'' یعنی یہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد اچھے مقاصد اور بااخلاص نیت کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ان امور کی طرف بھی توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے۔ایک شخص نے حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی دیوبندی کا یہ قول نقل کیا کہ ''جشن میلادالنبی رافضیوں کا پیدا کیا ہوا ہے'' اس پر آپ نے فرمایا بالفرض اگر یہ رافضیوں کا پیدا کیا ہوا ہو تب بھی یہ درست ہے اس لئے کہ اہل سنت میں اس طرح شائع ہے کہ رافضیوں کی مشابہت کہہ کر اسے ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا۔دیوبندی کو ایسا کہنے کا کیا حق ہے؟ دیکھو ان کے رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتاویٰ میں ہے:۔

''کھڑاؤں چوبیں کا پہننا بدعت نہیں بلکہ بسبب نفع کے اور اس کی اصل ہونے کے کہ جوتا اور موزہ بھی درست ہے۔البتہ بسبب

مشابہت جوگیہ کے کسی وقت منع لکھا تھا مگر اب یہ کافر و مسلم میں شائع ہو گئی ہے اب مشابہت اس میں ممنوع نہیں رہی۔"

روضۂ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو وہابیہ نجدیہ ناجائز کہتے ہیں اور اس دھرم کے ماننے والے دوسرے ملکوں سے لے کر عرب شریف تک حجاج کرام کو الگ الگ زبانوں میں اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ مسجد نبوی شریف کی زیارت کی نیت کریں، قبر نبی کی زیارت کی نیت نہ کریں کہ یہ حرام ہے اس لئے کہ حدیث "لاتشد الرحال الا الیٰ ثلاثۃ مساجد" آئی ہوئی ہے۔ یہ وہابیہ نجدیہ کی کتنی بڑی حماقت ہے؟ اس حدیث شریف میں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کو چھوڑ کر کسی اور مسجد کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کی فضیلت کی نفی کی گئی ہے۔ اگر ان تین مسجدوں کو چھوڑ کر اور کسی مقام کی طرف سفر کرنا مطلقاً حرام ہو تو یہ بات ظاہر ہے کہ وہابیہ نجدیہ کی زندگیاں کس قدر ارتکاب حرام سے بھری ہوئی ہیں، مگر انھیں اس کی پرواہ کیا ہوگی جب کہ انھیں کفر تک سے پرہیز نہیں ہے؟ ان تمام امور کی طرف توجہ دلائی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے۔

بے شمار امور کو وہابیہ نے بدعت کہا ہے، "کل بدعۃ ضلالۃ" کے پیش نظر انھیں گمراہی قرار دیا ہے، حالانکہ یہ امور گمراہیاں نہیں

ہیں، بلکہ ایسے امور ہیں جن کی فضیلت پر احادیث دلالت کرتی ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہوں، یا وہ امور ایسے ہیں جنہیں ترک کی ہوئی یا بھولی ہوئی سنتیں کہنا چاہیئے۔ بدعت قبیحہ ہی گمراہی ہے۔ جس امر کی اصل شرع شریف میں موجود ہو اسے بدعت قبیحہ نہیں کہا جا سکتا۔ ان تمام امور کی طرف ذہنوں کی توجہ کو مبذول کرایا حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے۔ ایسے میں ان کی کیا فضیلت ہے؟ ان کی اس فضیلت کو سمجھنے کے لئے اس حدیث شریف کو پیش نظر رکھنا اہم ہے جسے امام ابوبکر خطیب بغدادی نے ''شرف اصحاب الحدیث'' میں روایت کیا ہے، عن كثير بن عبد الله عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " ان الاسلام بدأ غريباً و سيعود غريبا فطوبىٰ للغرباء قيل يا رسول الله ومن الغرباء قال الذين يحبون سنتي من بعدي ويعلمونها عباد الله۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کے ماننے پر وہابیہ نے عجیب عجیب اعتراضات قائم کئے۔ کبھی بعض آیات قرآنیہ کو پیش کر کے یہ بتایا کہ ان میں اس کی نفی کی گئی ہے، کبھی یہ کہا کہ اگر ان کے لئے علم غیب کو مانا جائے گا تو علم الٰہی اور علم نبوی میں مساوات لازم آ جائے گی۔ ایسے اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے کسی بات کو

گڑھنے کی ضرورت نہ تھی، لیکن ایسے انداز میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیه'' میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ قرآن حکیم کی پوری آیتوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ ''وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب'' پر ایمان رکھا جائے اور ''ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء'' پر ایمان نہ رکھا جائے، اور معلومات نبویہ غیر متناہی لاتقفی ہیں جب کہ معلومات الٰہیہ غیر متناہی بالفعل ہیں، پھر معلومات الٰہیہ کے ایسے غیر متناہی سلاسل ہیں کہ معلومات نبویہ کو غیر متناہی بالفعل اگر مان لیا جائے تو جب بھی علم الٰہی اور علم نبوی میں مساوات نہیں لازم آسکتی، جو انداز اس کا اعلان کرتا ہے کہ رب قدیر نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات گرامی کو کیسے انشراح صدر کے انعام سے سرفراز فرمایا۔

۱۳۸۶ھ میں حضور مجاہد ملت قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے تیسری بار حج فرمایا۔ الہ آباد سے سفر حج پر روانہ ہونے سے پہلے میں نے ان کی ڈائری میں یہ لکھ دیا تھا کہ ''مدینہ شریف میں میرے حق میں دعا فرمائیں گے۔'' اس کے بعد ایک خط آپ کے نام حضرت شیخ طریقت مولانا ضیاء الدین صاحب رضوی مہاجر مدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے باب مجیدی والے پتہ پر روانہ کیا، میں نے اس میں

بھی لکھ دیا کہ ''میرے حق میں دعا فرمائیں گے۔'' حضور مجاہد ملت قدس اللہ سرہ العزیز کا دریائے لطف اس قدر جوش میں آگیا کہ آپ نے وہیں سے جواب روانہ فرمایا اور اس میں یہ لکھا کہ ''تمہارے خط کے ملنے سے پہلے تمہارے لئے دعا کی گئی اور تمہارے خط کے ملنے کے بعد تمہارے لئے دعا کی گئی۔'' نتیجہ یہ ہوا کہ ساری بے سروسامانی کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور اپنے دیار کی زیارت کے لئے ۱۳۸۷ھ میں طلب فرمالیا۔ خود حضور مجاہد ملت کے بقول ۱۳۴۱ھ میں عرب شریف میں پہلی بار حاضری کے موقع پر باری تعالیٰ کا پہلا انعام انھیں حضرت علامہ سید علوی بن عباس حسنی مکی مالکی قدس سرہٗ کے ذریعے سے حاصل ہوا تھا، لیکن کئی بار حج کرنے کے باوجود حضور مجاہد ملت نے ان سے کسی قسم کی اجازت نہیں لی تھی، ۱۳۸۶ھ میں ان سے ایک حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت لی۔ جب میں ۱۳۸۷ھ میں سفر حج پر روانہ ہوا آپ خود بمبئی تک ساتھ میں تشریف لائے، اور کئی ہدایات فرمائیں۔ انھیں میں سے ایک یہ تھی کہ مکہ شریف پہونچ کر حضرت علوی صاحب سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت لے لینا۔ میں جس روز مکہ شریف پہونچا اسی روز ضروری کاموں سے فرصت ملنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد حرام شریف پہونچا اور بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا ''أین یدرّس

نے جواب میں کہا "أنا من الهند" تب اس نے کہا "مرحباً بک ، الاستاذ علوی المالکی یدرس بباب النبی بجنب باب السلام" اس کے بعد میں حضرت علامہ علوی قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوا، ان سے حدیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت لی اور محلّہ حلقہ میں واقع آپ کے دولت کدے پر ہر روز عصر کی نماز کے بعد حاضر ہونے لگا۔ اسی دوران میں میں التہاب شعبی یعنی ورم قصبی میں مبتلا ہو گیا اور دوا کے لئے شفا خانہ گیا۔ وہاں کیرالہ کے ایک شافعی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ بڑے پکے سنی تھے اور عربی بولتے تھے ۔حضرت علامہ علوی کے یہاں وہ بھی آنے لگے اور ایک روز ایسے وقت میں ان کے مکان پر آ گئے جب میں بھی موجود تھا۔ انھوں نے اشرف علی صاحب تھانوی کی حفظ الایمان میں لکھی ہوئی عبارت کفریہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس پر میں نے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تصنیف "الدولة المكية بالمادة الغيبيه" کا ذکر کیا۔ کتاب کا نام لیتے ہی حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی، فرمایا "ذلک الکتاب اعطانی ابنه مصطفےٰ کتابٌ عجیب کتابٌ عجیب کتابٌ عجیب"۔ عرب لوگ عام طور پر نام کے دوسرے جزء کو سننے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باپ یا

دادا یا مورث اعلیٰ کا نام ہے، اسی لئے انھوں نے صرف لفظ ''مصطفیٰ'' پر اکتفا فرمایا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے مشائخ کرام میں سے حضرت علامہ محمد العربی المغربی التبانی قدس اللہ سرہ العزیز کا ذکر کیا۔ تبانی تبان کی طرف منسوب ہے اور اس کے معنی بھوسا بیچنے والے کے ہیں۔ ان کے آباء واجداد میں سے کسی نے یہ پیشہ کیا ہوگا اور انہیں لوگوں نے تبان کہا ہوگا، تبانی لفظ میں اسی کی طرف نسبت ہے۔ حضرت علامہ علوی نے اپنے شیخ علامہ تبانی کا یہ قول اسی وقت سنایا کہ:۔

''اذا جاء کم احدٌ من الحجاج الهنود فاذکروا لديه الشيخ احمد البريلوی فان سرَّ فهو من اهل السنة وان سخط و غضب فهو من اهل البدعة۔''

علامہ تبانی نے علمائے عرب کو خطاب کرکے یہ فرمایا تھا اور سنی کو پہچاننے کے لئے یہ معیار قائم کر دیا تھا کہ جو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا ذکر سن کر خوش ہوتا ہے وہی سنی ہے اس لئے ہمیں ''بریلوی'' کہلانے پر فخر ہے۔ ''بریلوی'' کہنے سے اگر کوئی چڑھتا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔

☆☆☆